Urdu Research Journal
International refereed journal for Urdu
ISSN: 2348-3687, Vol. 3, Issue: 10th
Available on: www.urdulinks.com/urj

تحقیق و تنقید

Topic: Kalam-e- Nazeer ke angrezi trajim by Dr Abu Shaheem Khan, India

کلام نظیر کے انگریزی تراجم

ڈاکٹر ابو شہیم خان
شعبہء اردو و فارسی ،ڈاکٹر ہری سنگھ گور سنٹرل یونیورسٹی ساگر 470003 مدھیہ پردیش
shaheemjnu@gmail.com Mob;0735496....

نظیر اکبرآبادی کی زندگی اور کلام سے متعلق اردو کے ساتھ دوسری زبانوں میں بھی بہت سی کتابیں اور مضامین شائع ہوئے۔انگریزی میں جو کتابیں اور مضامین شائع ہوئے ان میں پروفیسر محمد حسن کی دو کتابیں Nazir Akbarabadi جو ساہتیہ اکادمی دہلی سے درحقیقت مونوگراف کی شکل میں شائع ہوئی اور People's Poet of India: Nazir Akbarabadi قابل ذکر ہیں ۔اس کے علاوہ سید محمد عباس کی کتاب The Life and Time of Nazir Akbarabadi اس حوالے سے کافی اہم ہے ۔ جن مترجمین نے نظیر اکبرآبادی کو بھی اپنے مجموعوں میں شامل کیا ہے ان میں ایک نام K.C. Kanda کا ہے جنھوں نے اپنی کتاب Materpieces of Urdu Nazm میں پہلے نظیر اکبرآبادی اور ان کی شعری خدمات کا تعارف اس کے بعد بنجارہ نامہ، آدمی نامہ، بڑھاپا اور روٹیاں جیسی مشہور نظموں کا ترجمہ انگریزی قارئین کے لیے پیش کیا۔ احمد علی نے اپنا ترجمہ The Gypsy کے عنوان سے کیا شمس الرحمٰن فاروقی اور Frances W. Pritrchett نے نظیر اکبرآبادی کے شہر آشوب " دنیائے دوں کے تماشے" کا ترجمہ The Vile World Carnival: A Sahr-asoab کے نام سے Annual Studies of Urdu کے لیے کیا۔Frances W. Pritrchett نے ترجمے کے ساتھ صنف شہر آشوب پر ایک تنقیدی مضمون بھی لکھا ۔اسی میگزین کے لیے مشرف علی فاروقی اور میثیل فاروقی نے نظیر اکبرآبادی کی نظم " آچار چوہوں کا" ترجمہ Mause Pickle کے نام سے کیا۔

آیئے پہلے بات کرتے ہیں شمس الرحمٰن فاروقی اور Frances W. Pritrchett کی اور ان کے تراجم کی۔ شمس الرحمٰن فاروقی کی حیثیت جدید اردو تنقید کے دبستان کے رہبر کی ہے۔وہ ایک منفرد شاعر، افسانہ نگار ناول نگار اور ایڈیٹر ہیں ۔جہاں تک ان کے انگریزی تراجم کا سوال ہے تو یہاں بھی ان کی نابغائی حیثیت مسلم ہے۔علامہ اقبال کی نظم ذوق و شوق، فیض کی نظم ملاقات یعنی Brief Meeting، ساقی فاروقی کی پیتس نظموں کا ترجمہ Listening Game:poems by Saqi Farooq فارسی اشعار کا ترجمہ The Shadow of a Bird in Flight A Collection of Persian Verses اسی طرح تنقیدی محاکموں کے ساتھ غالب اور ظفر اقبال کی غزلوں کے تراجم The Secret Mirror اور ن م راشد کی نظم Travel Dairy اور جراءت کے شہر آشوب کا ترجمہ In the Presence of Nightingle:A Shahr Ashob by Jurat اور نظیر اکبرآبادی کے شہر آشوب کا ترجمہ The Vile World Carnival: A Sahr-asoab قابل ذکر شعری تراجم ہیں ۔اس کے علاوہ نثری اصناف کے تراجم بشمول اپنے ناول کئ چاند تھے سر آسماں کا ترجمہ شعری و لسانی توسیع کی سنگ میل ہیں۔

شمس الرحمٰن فاروقی کے ساتھ کولمبیا یونیورسٹی میں زبان و ادب کی پروفیسر ایمریٹس Frances W. Pritrchett کا نام غیر اردو داں طبقہ سے اردو زبان و ادب کو متعارف کرانے والوں میں بہت اہم ہے۔انا میری شمل، ڈیوڈ میتھوز، رالف رسل اور دوسرے مستشریقین میں بھی ان کو ایک خاص پہچان اور مقام حاصل ہے Annual of Urdu Studiese ,Indian Literature, Journal of South Asian

Literature میں ان کے تراجم مستقل شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ A Desertful of Roses غالب کی غزلوں کے تراجم اور A Garden of Kashmir میر کی غزلوں کے تراجم ان کی آن لائن ویب سائٹ کا مستقل حصہ ہیں۔اس کے علاوہ ن۔م راشد وغیرہ کی نظموں پریم چند کے افسانوں اور محمد حسین آزاد کی آب حیات، نذیر احمد کی مراۃ العروس، سرشار کی فسانہء آزاد، داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوش ربا کے بعض حصوں کے انگریزی تراجم کیے اور غیر اردوداں طبقے میں اردو زبان وادب سے دلچسپی پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

شمس الرحمٰن فاروقی اور Frances W. Pritrchett نے نظیر اکبر آبادی کے شہر آشوب " دنیائے دوں کے تماشے" کا ترجمہ The Vile World Carnival:A Sahr-Asob کے نام سے کیا۔اس شہر آشوب سے پہلے یہ مشترکہ طور پر جراءت کی مخمس شہر آشوب " حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی" کا ترجمہ In The Presence of the Nightingale کے عنوان سے کیا۔اس سے پہلے کسی شہر آشوب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا۔اولاً یہ ان دونوں شہر آشوب کو مروجہ شعری اصطلاح کی رو سے شہر آشوب سمجھتے ہی نہیں ہیں کیوں کہ جراءت کی نظم میں کوئی سماجیاتی توضیح یا سیاسی تنقید نہیں ہے ۔اور شاعر نہ ہی اپنے شہر کے سماجی و معاشی زوال کا نوحہ کر رہا ہے بلکہ جراءت نے سماج کے جن ارزل طبقات کا بیان کیا ہے ان سے اس قت کے لکھنؤ کی نمائندگی نہیں ہو رہی ہے۔اسی لیے شمس الرحمٰن فاروقی جراءت کی اس نظم کو ہجو نو شاعراں بالخصوص ظہور اللہ نوا کا ہجو سمجھتے ہیں۔آخری بند سے اپنے دعوے کی دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔

عبث عدو کو ہے جرات سے ہم سری کا خیال
کہ بھولے اپنی بھی کوا چلے جو ہنس کی چال
کہو یہ بات اڑا دے حسد کو جی سے نکال
ہنسے گل اس پہ جو پھدکی پھلا پھلا بر و بال
حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی

مندرجہ بالا بند سے نظم کی عمومی فضا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔دراصل اس نظم میں لکھنؤ کی عام قشرہ پرستی، ظاہر داری، شیخی اور پھوہڑ پن کا ہجو ہے اسی لیے مترجمین نے اس نظم کا عنوان In the Presence of Nightingle:A Shahr Ashob by Jurat مقرر کیا ہے۔

اسی طرح وہ نظیر کی نظم کو بھی شہر آشوب نہیں سمجھتے ہیں ۔ کیوں کہ اس میں بھی مخصوص شہر اور اہل شہر کے قابل افسوس تاریخی احوال کے بجائے چرند پرند کا ذکر زیادہ ہے اور اصل حالت کے بجائے ایک اضطراری کیفیت کا بیان ہے۔اور نظیر جب بار بار یہ کہتے ہیں کہ " غرض میں کیا کہوں، دنیا بھی کیا تماشا ہے" تو ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے تخئیل کو فیل بے زنجیر کر رہے ہوں اور کسی منطقی اتصال کے خواہاں نہ ہوں نتیجتاً نظم کے موڈ کی کلبیت اور ترشی میں کمی آتی ہے اور نظم تاریخی و سماجیاتی بیانیہ ہونے کے بجائے اضطراریت کا شکار ہو جاتی ہے۔ نظیر اکبر آبادی پر تحقیق کرنے والے Jeffery Donaghue کا ماننا ہے کہ نظیر اس نظم میں کبیر کی الٹی بانی سے متاثر نظر آتے ہیں جہاں کمبل برستا ہے اور پانی بھیگتا ہے۔ بہر کیف اس نظم کے عنوان " دنیائے دوں کے تماشے" کا ترجمہ بڑا دلچسپ ہے The Vile World Carnival:A Sahr-Asob یعنی دنیائے دوں کے لیے The Vile World کی ترکیب استعمال کی گئی ہے جو کہ بالکل درست ہے اور لفظ تماشہ کے لیے Carnival کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔ Carnival رومن کیتھلک ممالک میں اربعین یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کی یاد میں چالیس روزے رکھنے یعنی Lent سے قبل منائے جانے والے تہوار کو کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل کا تماشہ ترجمے میں تہوار ہو گیا۔لیکن یہاں منشائے مترجمین خاص کر Frances W. Pritrchett کو مخصوص ثقافتی تشریط یا Cultural Conditioning کا پابند نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ نظم کی پوری فضا معکوس اور منقلب حالات کے بیان سے پر ہے اور Carnival کے موقعے پر معکوس اور منقلب حالات کا بیان جدید یورپ کے اوائلی دور کا پسندیدہ موضوع رہا ہے ۔ جیسا کہ Peter Burke نے اپنی کتاب Popular Culture in Early Modern Europe میں بیان کیا ہے کہ

> *''There was physical reversal ; people standing on their heads ,cities in the sky ,the sun and moon on earth ,fishes flying ,or that favorite item of carnival procession ,a horse going backwards with its rider facing the tail .there was a reversal of the relation between man and beast ......Also represented was the reversal of the relation between man and man ,whether age reversal sex reversal ,or other inversion of status The son is shown beating his father ,the pupil beating his teacher ,servants giving orders to their masters the poor giving alms to the rich the laity saying mass or preachig to the clergy ,the king going on the foot while the peasant rides ,the husband holding the baby and spinning while his wife smokes and hold a gun''*

بہر کیف اس اعتبار سے تماشے کا ترجمہ Carnival میں اصل کی بازگشت سنی جا سکتی ہے۔ آیئے تھوڑا آگے بڑھتے ہیں اس شہر آشوب کا ایک بند ہے

چکوریں گھستی ہیں اور گدھ و گھگھو بڑھتے ہیں
پتنگے بوند ہیں، مچھر فلک پہ چڑھتے ہیں

کتابیں کھول چغد بیٹھے، آیہ گڑھتے ہیں

نماز بلبلیں، طوطے قرآن پڑھتے ہیں

غرض میں کیا کہوں، دنیا بھی کیا تماشا ہے

اس بند کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

Chakoras pine away ,owls and vultures are on the rise

Midges and mosquitoes mount to the skiese

Screech-owls compose holy verses to say

parrots read the Qur'an and nightingales pray

There isn't much, in short, to say -

The world is such a fine display

پہلے مصرعے میں چکور کے لیے Chakora کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ مشرق وسطی سمیت جنوبی ایشیاء میں پائے جانے والے Alectoris Chukar کا عام متبادل ہے ۔ظاہر ہے یہ پرندہ انگریزی بولے جانے والے ممالک میں نہیں پایا جاتا ہے اس لیے اس کا لفظی متبادل بھی ممکن نہیں ہے چہ جائے چکور سے وابستہ استعاراتی معنوں کا ترجمہ کیا جائے اس کے باوجود مصرعے کا ترجمہ مکمل ہے لیکن دوسرے مصرعے "پتنگے بوند ہیں ، مچھر فلک پہ چڑھتے ہیں" میں متضاد حالت یعنی گرنے اور چڑھنے دونوں کے لیے ایک ہی فعل mount استعمال کرنے سے مترجمہ مصرعہ ناقص رہ گیا ہے۔اسی طرح چغد کے لیے screech owl کا استعمال نظم کی ترشی اور شدت کو کم کرتا ہے اور آیت گڑھنے کے لیے compose کا استعمال فعل منفی کو فعل مثبت میں بدل دیتا ہے۔ان ظاہری خامیوں اور دشواریوں کے باوجود یہ ایک کامیاب کوشش ہے کیوں کہ ترجمہ دراصل تجربے کی تشکیل نو اور ترسیل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پروفیسر اسلوب احمد انصاری ترجمہ کی اصل غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ترجمے کا مقصد پایان کار دو زبانوں کے مابین تہذیبی فصل یعنی *Barrier* کو لحاتی طور پر ختم کرنا اور مخصوص کلچروں کی مختلف المرکزیت یعنی *Eccentricity* کو فی الوقت محو کرنا اور باہمی لسانیاتی زرخیزی کو وجود میں لانا ہے۔ایسا کرنے میں اگر قطعیت کا حصول ممکن نہ بھی ہو تب بھی صحت کے قریب قریب پہنچنے کی کوشش یعنی *Approximation* بہر حال ضروری ہے۔ کسی بھی زبان کے محاوروں کو مردہ استعاروں کا نام دیا گیا ہے اور استعارے چاہے وہ توانا اور متحرک ہوں یا منجمد مضحل اور یخ بستہ ،وہ پیداوار ہوتے ہیں، مخصوص تہذیبی ماحول اور آب و ہوا کے اور مترجم کا کام دراصل اس تجربے کی تشکیل نو اور ترسیل ہے جس نے کسی زبان کے مزاج اور رنگ روغن کو جنم دیا ہے"

اسی نظم کا ایک دوسرا بند اور اس کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں،،،،

زباں ہے جس کی، اشارت سے وہ پکارے ہے

جو گونگا ہے، وہ کھڑا فارسی بگھارے ہے

کلاہ ہنس کی، کوا کھڑا اتارے ہے

اچھل کے مینڈکی، ہاتھی کے لات مارے ہے

غرض میں کیا کہوں، دنیا بھی کیا تماشا ہے

Those who have tongues use only signs for speech

The dumb find a dash of persian within their reach

The swan is humiliated by the crow

The she-frog leaps up and give the elephant a blow

There isn't much, in short, to say

The world is such a fine display .

فارسی بگھارنا ، کلاہ اتارنا بمعنی پگڑی اتارنا اور گھی کے دیے جلانا وغیرہ بہت سے محاورے اس نظم میں آئے ہیں لیکن زیادہ تر کا لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔ظاہر ہے ہر محاورے کا ترجمہ محاورے سے نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پوری کوشش کی گئی ہے کہ اصل سے وفاداری برتی جائے اور نظم کی نامیاتی اکائی بھی منتشر نہ ہو۔ شاعر دراصل لفظوں کا زرگر اور لفظی تمثالوں کا جوہری ہوتا ہے اور اس صناعی کو کو دوسری زبان میں ترجمہ کے وقت بھی سجوے رکھنا اکثر ممکن نہیں ہوتا ہے لیکن مجموعی طور سے یہ ایک نہایت کامیاب اور مستحسن کوشش ہے۔ایک شمس الرحمٰن فاروقی جیسے مشرقی و مغربی ادبیات کے وسیع المطالعہ شخصیت کی ترجمہ کے عمل میں شمولیت اور Frances W. Pritrchett جیسی ماہر اہل زبان کی موجودگی اس کامیاب ترجمے کا سبب بنیں۔

نظیر اکبر آبادی کی ایک دوسری نظم " آچار چوہوں کا" ہے اس نظم کا ترجمہ مشرف علی فاروقی اور میشیل فاروقی نے Mause Pickle کے نام سے Annual Studies of Urdu کے لیے کیا۔ مشرف علی فاروقی پیشے سے انجینیر ہیں لیکن ادب کے تخلیقی سروکار سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں Between Clay and Dust, اور Story of Widows ان کے قابل ذکر ناول ہیں ۔ اس کے علاوہ داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوش ربا کے بعض حصوں اور سید محمد اشرف کے ناولٹ نمبر دار کا نیلا کا ترجمہ The Beast کے نام سے کر چکے ہیں۔ فی الحال آن لائن اردو زبان وادب کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میشیل فاروقی بھی پیشے سے انجینیر ہیں اور فنون لطیفہ سے خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔

ان دونوں نے نظیر اکبر آبادی کی نظم " آچار چوہوں کا" ترجمہ کیا۔پہلے مشرف علی فاروقی نے اس نظم کا لفظی ترجمہ کیا اور پھر میشیل فاروقی نے انگریزی شعری قالب میں ڈھالا۔ نظم کے ابتدائی دو بند مع انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

پھر گرم ہوا آن کی بازار چوہوں کا
ہم نے بھی کیا خوانچا تیار چوہوں کا
سر پاؤں کچل کوٹ کے دو چار چوہوں کا
جلدی سے کچومر سا کیا مار چوہوں کا
کیا زور مزیدار ہے آچار چوہوں کا

آگے تھے کئی اب تو ہمیں ایک ہیں چوہے مار
مدت سے ہمارا ہے اس آچار کا بیوپار
گلیوں میں ہمیں ڈھونڈ ھتے پھرتے ہیں خریدار
برسے ہے بڑی کوڑی روپے پیسوں کی بوچھار
کیا زور مزیدار ہے آچار چوہوں کا

Once more does the marketplace beckon
In a lust of mouce pickle , I reckon
I set out my salver with mice in a row
Then pounding wee heads and paws as I go
I stir up a dish of minced rodent so nice
How simply delicious - my pickle of mice
Mouse killers of old have all come and gone
The last of the trade , I alone linger on
Hawking pickle of mice as the populace knows
They pursue me down alleys , surround me in droves
I am showered with coins and gold pieces so fine
All for this luscious mouse pickle of mine

نظیر اکبر آبادی کی شخصیت کو مزید آشکارا کرنے والی یہ دل چسپ نظم سولہ بند پر مشتمل ہے۔ مشرف علی فاروقی اور میشیل فاروقی نے پوری نظم کو انگریزی قالب میں ڈھالا ہے اور ترجمہ میں اصل فضا اور موڈ کو برقرار رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے لیکن جہاں روز مرہ، محاورہ، بولی ٹھولی یا مقامیت ہے اور یہی کلام نظیر کا امتیازی حسن بھی ہے وہاں توضیحی رویہ اپنانے کے باعث اصل کا مزہ جاتا رہا ہے۔ ویسے کسی بھی مترجم کے لیے ترجمہ کے اس عنصر سے نبٹنا سب سے بڑا چیلنج ہوتا ہے اور یہ اس وقت دو چند ہو جاتا ہے جب ترجمہ کو بے جا طور پر غیر معمولی بنانے کی کوشش کی جائے جیسا کہ ٹیپ کے مصرعہ کے ترجمہ میں کیا گیا ہے۔ مص۔۔ کیا زور مزیدار ہے آچار چوہوں کا میں صرف کیا زور مزیدار ہے کا ترجمہ سولہ طریقے سے کیا گیا ہے یعنی ہر بار اس مصرعے کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے نظم کی مجموعی فضا متاثر ہوتی ہے اور پورے عمل پر ایک طرح کے کرتب کا گمان ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ مترجمین اپنے ترجمہ سے خود غیر مطمئن ہیں ۔بہر کیف یہ سارے تراجم مستشرقین اور غیر اردو داں کی نظیر فہمی اور مطالعات ہند کا اہم منبع اور ماخذ ہیں۔۔۔۔۔*****